ڈاکٹر عتیق حمید اللہ

مرحوم ڈاکٹر خلیفہ کا حکیمانہ ادب

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ان اساتذہ کبار میں سے تھے جن کی تحریر اور تقریر، تصنیف و گفتگو یکساں طور پر علم و فکر سے لبریز و معمور تھی اور انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں برابر کی روانی و قدرت انہیں حاصل تھی۔ ان کا دائرۂ عمل بھی اسی طرح وسیع تھا اور ان کے موضوعات میں نتیجہ خیز تنوع پایا جاتا تھا۔ فلسفہ ان کا موضوع اصلی تھا مگر فارسی اور اردو کی کلاسیکی اور نئی شاعری پر ان کو ایسا عبور حاصل تھا جو حیرت افزا تھا۔ پھر اقبالیات و اسلامیات میں ان کی تحقیق بذات خود اتنی پائدار اور عالمانہ تھی کہ ان مضامین میں بھی ان کو بلند مقام دیئے بغیر چارہ نہیں۔ مذہبی موضوعات پر انہوں نے تفکر اور اس میں سوچ کی نئی صورتیں پیدا کیں۔ چنانچہ ان کی فکریات کو جدید علم کلام کے سلسلے کی ایک اہم کڑی کہا جا سکتا ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ اردو کے شاعر بھی تھے اور فلسفیانہ نظم گوئی میں ان کو نظر انداز کرنا مشکل ہے۔

ڈاکٹر خلیفہ صاحب کی جو کتابیں انگریزی میں ہیں ان پر اس مضمون میں بہ تفصیل گفتگو کرنا ممکن نہیں۔ مگر ان کا تذکرہ نظر انداز بھی نہیں ہو سکتا۔ ان کا اہم کام انگریزی کی کتاب اسلامک آئیڈیالوجی (ISLAMIC IDEOLOGY) اور اسلام اینڈ کمیونزم (ISLAM AND COMMUNISM) ہے۔ اوّل الذکر کتاب میں انہوں نے اسلامی عقائد و افکار کو نئی شعوریات کے ماحول میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور دوسری میں کمیونزم کے اچھے اور برے پہلوؤں کا تجزیہ کر کے اسلام کو مسلک اعتدال قرار دیا ہے۔ اگر ڈاکٹر خلیفہ صاحب کے فلسفۂ مذہبی کا تجزیہ کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ وہ اسلامی تعلیمات میں سادگی اور فلسفیانہ معقولیت کے جویندہ تھے۔ عقل و الہام میں ارتباط ان کے نزدیک دائرہ امکان کے اندر ہے۔ اور الہام یا وجدان بھی ان کے خیال میں شعور کی ایک برتر مختص النوع چیز ہے۔ چنانچہ عقل و الہام کی تفریق و جدائی ان کے نزدیک حقیقت ناشناسی کی علامت ہے۔

جیسا کہ آج کل یہ خیال عام ہے، اجتہاد کی ضرورت کو خلیفہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے مگر خلیفہ صاحب کا فلسفیانہ تعقل یا طریق کار ان کا رفیق و ہم سفر رہتا ہے۔ خلیفہ صاحب اجتہاد میں عقلی استعداد اور علمی بصیرتوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جدید دنیا کا کوئی مجتہد سائنسی افکار کے علم فراواں کے بغیر مسند اجتہاد پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اس سلسلے میں یہ بات کبھی کبھی کھٹکتی ہے کہ خلیفہ صاحب نے فکر اسلامی کے عظیم ماضی کے متعلق وسعت تحقیق پر اتنا زور نہیں دیا جتنا ضروری ہے ——— اور یہ

طریق کار خلیفہ صاحب کے علاوہ چند اور فلاسفہ مذہب نے بھی جدید دور میں اختیار کیا ہے۔ تاہم خلیفہ صاحب نے ان کے مقابلہ میں اعتدال و توازن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

فکریاتِ مذہبی میں (یعنی مذہب کا فلسفیانہ تجزیہ کرنے والوں میں) خلیفہ صاحب کا درجہ اس لیے بلند ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے طریق بحث میں تسہیل و تشریح کا ایسا رنگ اختیار کیا ہے جس سے مغربی انداز میں سوچنے والا یا مغرب کا کوئی حقیقت طلب شخص مطمئن ہو سکتا ہے۔ یہ دراصل خلیفہ صاحب کی فلسفیانہ تعلیم و مطالعہ کا اثر ہے جس کی امداد سے وہ مذہب کی حقیقتوں کو کامیاب طریق سے واضح کر سکے ہیں۔ مگر ایسے طریق کار میں یہ کمزوری ضرور پیدا ہو جایا کرتی ہے کہ مذہب کے مابعد الطبیعاتی امور میں بھی جھکاؤ عقل کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔

با ایں ہمہ خلیفہ صاحب کی مجرد عقل پسندی کے سامنے ایک صورتِ حال نے بند باندھ دیا۔ مرحوم اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اب صوفی ہوتا جا رہا ہوں۔ ایک صوفی و فلسفی میں فرق یہی ہے کہ ایک مفکر صوفی بالآخر وجدان و ایمان کے سامنے ہتھیار ڈال دیا کرتا ہے اور نرا فلسفی آخری وقت تک منطق کے چکر میں پھنسا رہتا ہے۔ ولیم جیمز کے واردات روحانی کے ترجمۂ اردو کے زمانے میں خلیفہ صاحب نے فلسفے کی صوفیانہ قسم سے (جو مذہب سے وابستہ ہے) کچھ زیادہ ہی وابستگی اختیار کر لی تھی۔ یوں اس کے علاوہ بھی فارسی اردو کے صوفی شاعروں سے ان کو عقیدت تھی۔ اور فلسفہ کے عارفانہ طریق تفکر کے پہلے سے بھی قائل تھے۔ فلسفیانہ مسلک میں وہ اس IDEALISM یعنی مثالیت یا عینیت کے دلدادہ تھے جس کو اختیار کرنے کے بعد ایک فلسفی اور ایک مومن میں بہت کم فرق رہ جاتا ہے۔

میں خود فلسفے کا طالب العلم نہیں ہوں اس لیے خلیفہ صاحب کے فلسفیانہ کام کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ کام کسی فلسفی کا ہے مگر میں انہیں صوفی فلسفی کی حیثیت سے جاننے کا قدرے مدعی ہوں۔ اور اس دعویٰ کا سبب میرا وہ مطالعہ ہے جو میں نے ان کے سلسلۂ رومیات کے متعلق کیا ہے۔

رومی سے خلیفہ صاحب کا تعلق بلاواسطہ بھی ہے اور اقبال کے واسطے سے بھی ہے۔ ان کی ایک کتاب حکمتِ رومی پرانی ہے اور تشبیہات رومی آخری زمانے میں لکھی ہوئی چیز ہے۔ حکمت رومی اگرچہ رومی کے اسرار کو آشکارا کرنے کی سعی ہے مگر اس میں بھی خلیفہ صاحب کا اپنا میلانِ فکر نمایاں ہو جاتا ہے۔ مثنوی رومی کو قرآں در زبانِ پہلوی قرار دیا گیا ہے اور اس معنے میں اس میں قرآن اور دین ہی کے معارف بیان ہوئے ہیں۔ مگر خلیفہ صاحب کا طریق کار یہ بتاتا ہے کہ وہ رومی کے افکار کے عقلی عنصر کو نمایاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے:

"استقرائی اور استدلالی علم ایک تنظیمی قوت ہے۔ محسوسات و مظاہر و حوادث میں ربط تلاش کرتی ہے کائنات کے تمام مدارج میں نظم موجود ہے، اس لیے ہر درجے میں اس درجے کی عقل پائی جاتی ہے....

اولیائے کرام نے عقلِ نبوی اور عقلِ ایمانی کا بھی ذکر کیا ہے۔"

اس طرح ان کے یہاں عقل کی برتری یا احاطۂ کلّی کی ایک صورت نمایاں ہے ـــــ خیر اس کو عقل کہیئے یا ایمان (ناموں میں اُلجھ کر کیا پڑا ہے)۔ خلیفہ صاحب نے رومی کے عقلی عنصر کو اس کے ایمانی عنصر کے ساتھ تطبیق دی ہے اور اس طرح مولانا روم کا از سر نو مطالعہ کیا ہے۔ رومی کی تشبیہات میں بھی یہی طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔ اور رومی کے تمثیلی استقراء کی خوبی بیان کرتے ہوئے اس کی عقلی حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے۔

رومی پر خاص توجہ کرنے والوں میں شبلی اور اقبال دونوں کا درجہ بلند ہے۔ اقبال نے رومی کے فلسفۂ عشق کو خاص طور سے ابھارا ہے۔ مگر خلیفہ صاحب نے رومی کی عقلیات کی خاص تنظیم کی ہے جھکاؤ عقل کی طرف زیادہ ہے۔ یہ تنظیم شبلی کے تجزیہ رومی سے کہیں زیادہ باخبرانہ ہے کیونکہ شبلی فلسفے کے جدید نظاموں سے بالواسطہ شناسائی رکھتے تھے اور ڈاکٹر خلیفہ اس کے ماہرین میں سے تھے۔

تشبیہاتِ رومی اگرچہ بظاہر رومی کی تشبیہات ہی سے متعلق ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حکمتِ رومی کی وسیع تر تشریح کی منظم صورت ہے جس میں شواہد کی موجودگی سے کتاب زیادہ مستند ہو گئی ہے۔

اب میں اقبالیات کی طرف آتا ہوں۔ خلیفہ صاحب مرحوم اقبال کے خاص مدّاحوں میں شامل تھے، مگر ان کو ان کے ناقدوں میں بھی ایک بلند مقام حاصل ہے۔ فکرِ اقبال میں مرحوم نے فکرِ اقبال کے اہم اجزا سے الگ الگ بحث کی ہے اور ان کے خطبات کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ تنقیدِ اقبال کے سلسلے میں عام طور سے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اقبالیات کی کتابوں میں خلیفہ صاحب نے فکرِ اقبال کی توسیع کی ہے جس کو مصنف کے خیالات پر ایک توسیعی حاشیہ کہا جا سکتا ہے۔ میں نے فکرِ اقبال کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس کو بار بار پڑھا ہے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ الزام علی العموم صحیح نہیں کیونکہ یہ تو واضح ہے کہ ایک ناقد کسی مصنف کے سلسلے میں اپنے نتائجِ فکر یا اپنے ہی تاثرات کو پیش کیا کرتا ہے۔ اس لیے اس کو تنقید میں اپنے نتائج کو پیش کرنے کا پورا اختیار رہے، بدیں وجہ مجھے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ فکرِ اقبال میں خلیفہ صاحب کے اپنے خیالات زیادہ ہیں اور اقبال کے کم۔ البتہ مغربی تمدّن کے سلسلے میں اقبال کے خیالات کی جو تشریح ہوئی ہے اس میں مجھے شائبۂ تاویل ضرور نظر آتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس علمائے قدیم کے متعلق اقبال اور خلیفہ صاحب کے خیالات میں بڑا فرق ہے۔ مگر فکرِ اقبال میں خیالات کچھ اس طرح مل جل گئے ہیں کہ ان کو الگ تھلگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس معمولی سے واقعہ کے باوجود فکرِ اقبال حکیم مشرق پر شاید سب سے وقیع ترین کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں ناقد ایک فلسفی بھی ہے اور مفکر مذہبی بھی ہے اور ان دو شرطوں کو پورا کیئے بغیر کوئی شخص اقبال کا صحیح ناقد بن نہیں سکتا۔

افکارِ غالب کو میں ایک فلسفے کی کتاب مانتا ہوں اگرچہ وہ مربوط فلسفے کی کتاب نہیں۔ غالب بڑے شاعر تو تھے

مگران کے یہاں حقائق فلسفیانہ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ غالب کی نفسیاتی ژرف نگاہی کو ان کے سب ناقدین تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ صاحب کی فلسفیانہ نظر نے اس مواد کو جانے نہیں دیا اور غالب کے فلسفیانہ افکار کو مربوط طریق سے پیش کر دیا ہے اور ان کے خیالات سے ایک باقاعدہ نظامِ فکر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ تشبیہاتِ رومی کی طرح افکارِ غالب میں ایک خوبی اور ایک کمزوری ہم رکاب ہیں۔ خوبی تو یہ ہے کہ غالب کے فلسفیانہ خیالات کا مواد اور ان کے شواہد یک جا ہو گئے ہیں مگر کمزوری یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں مربوط کتابیں نہیں بن سکیں بلکہ ان کا درجہ کم و بیش تشریحات کا ہو گیا ہے۔ تشریحی مواد زیادہ ہے اور تنقیدی مواد کم۔ مگر اس سوال کا جواب بھی آسان نہیں کہ ہماری زبان میں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب کونسی ہے؟ شاید کوئی نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب خواجہ میر درد کے افکار کو بھی اسی انداز میں مرتب کر جاتے تو ہماری زبان کا سرمایۂ فکری وقیع تر ہو جاتا۔ افسوس کہ ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

میں اس موقع پر خلیفہ صاحب مرحوم کے مضامین سے بحث نہیں کروں گا۔ البتہ مجھے ان کے اندازِ بیان کے متعلق ضرور کچھ عرض کرنا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ کے اسلوبِ بیان کی ممتاز ترین صفت اس کی وہ غیر معمولی سلاست ہے جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں مشکل اور دقیق فلسفیانہ مطالب نہ صرف آسان ہو گئے ہیں بلکہ دلچسپ اور دلکش بھی ہو گئے ہیں۔ بہت کم مصنف اردو میں ایسے ہوں گے جن کے یہاں علم اور خوبیٔ انشا کا اتنا اچھا امتزاج ملتا ہوگا۔

ڈاکٹر خلیفہ کی مدرسانہ زندگی کا ان کے اسلوب پر گہرا اثر نظر آتا ہے۔ وہ اثر ہے ان کا تشریحی اندازِ بیان۔ وہ ہر مسئلے کی اتنی تشریح در تشریح کرتے ہیں کہ کوئی مشکل، مشکل ہی نہیں رہتی۔ جن لوگوں نے خلیفہ صاحب سے ملاقات کی ہے انہیں ان کی کتابیں پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے گویا خلیفہ صاحب کسی مجلس میں گفتگو کر رہے ہیں۔

ان کی تحریروں میں لطائف و اشعار کا استعمال اتنا برمحل ہوتا ہے کہ ان کتابوں سے عمدہ اشعار کا ایک معقول انتخاب تیار ہو سکتا ہے۔ ان کے لطائف میں ان کی ظرافت کا رنگِ خاص اور ان کے اشعار میں ان کے ذوقِ ادبی کی دلکش تصویر جلوہ آرا ہے۔

لطائف و اشعار سے ان کی تحریر کو فائدہ بھی پہنچا ہے اور نقصان بھی۔ بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ بعض اوقات تحریر میں طوالت بے جا کا عیب پیدا ہو گیا ہے۔ مگر یہ فائدہ بھی ہوا ہے کہ لوگ ان کے فلسفیانہ مضامین و تصانیف کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

مجھے ان کی فلسفیانہ نثر میں سب سے زیادہ ان کی کتاب داستانِ دانش سے دلچسپی ہے۔ اس میں طوالت، اطناب، تشریحی لطیفہ بازی، اشعار کے اضافے کم سے کم نظر آتے ہیں اور حکمت اور انشا پردازی کا ایسا اجتماع پیدا ہو گیا ہے جو مصنف کو بیک وقت اچھا انشا پرداز اور اچھا فلسفی ثابت کر رہا ہے۔

ڈاکٹر خلیفہ کو فکرِ اسلامی سے بھی انہماک تھا اور ادبِ فارسی و اردو سے بھی۔ اور انہوں نے ان دونوں مقاصد کی تکمیل کی کوشش کی۔ ان کی تصانیف سے جہاں اسلامی فکریات کے متعلق سوچ کی نئی راہیں کشادہ ہوئیں وہاں اردو ادب کی ثروت میں بھی بیش بہا اضافہ ہوا۔ انہوں نے ادب و حکمت میں وہ رابطہ پیدا کیا جس کا خواب شبلی نے دیکھا تھا۔ مگر نثر اردو میں اس کی تعبیر خلیفہ عبدالحکیم کے سوا کوئی نہ کر سکا۔ البتہ شعر و حکمت کی یک جائی کے لحاظ سے، اعلیٰ اللہ مقامہٗ حکیم مشرق اقبال کا مقام لامثالی اور لافانی ہے۔

حکمتِ رومی

مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

جلال الدین رومی کے افکار و نظریات کی حکیمانہ تشریح جو ماہیت نفس انسانی، عشق و عقل، وحی و الہام، وحدتِ وجود، احترامِ آدم، صورت و معنی، عالم اسباب اور جبر و قدر جیسے اہم ابواب پر مشتمل ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے

اسلام اینڈ کمیونزم

مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

یہ اسلامی اور اشتراکی نظریات کا تقابلی مطالعہ ہے جس میں اسلامی تصورات کی خصوصیات واضح کی گئی ہیں۔ قیمت دس روپے۔

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور۔